

تفسير القرآن

القدر

القدر

نام | پہلی ہی آیت کے لفظاً القدر کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زماض نزول | اس کے تکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابو حیان نے البحر المحیط میں دعویٰ کیا ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مدنی ہے۔ علی بن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ پہلی سورہ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ بخلاف اس کے الماوردی کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مکی ہے، اور یہی بائنا امام سیوطی نے ائقان میں لکھی ہے۔ ابن خزوذی نے ابن عباس، ابن الزبیر اور حضرت عائشہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ سورہ کے مضمون پر غور کرنے سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس کو مکہ ہی میں نازل ہونا چاہیے تھا، جیسا کہ ہم آگے واضح کریں گے۔

موضوع اور مضمون | اس کا موضوع لوگوں کو قرآن کی قدر و قیمت اور اہمیت سے آگاہ کرنا ہے قرآن مجید کی ترتیب میں اسے سورہ علق کے بعد رکھنے سے خود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن کتاب پاک کے نزول کا آغاز سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا تھا اسی کے متعلق اس سورہ میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ کس تقدیر سازرات میں نازل ہوئی ہے۔ کیسی جلیل القدر کتاب ہے اور اس کا نزول کیا معنی رکھتا ہے۔ سب سے پہلے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اسے نازل کیا ہے۔ یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کے نازل کرنے والے ہم ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس کا نزول ہماری طرف سے شب قدر میں ہوا ہے۔ شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کر دیے جاتے ہیں، یا بالفاظ دیگر یہ کوئی معمولی رات، عام راتوں جیسی نہیں ہے، بلکہ یہ قسموں کے بنانے اور بگاڑنے کی رات ہے۔ اس میں اس کتاب کا نزول محض ایک کتاب کا نزول نہیں ہے بلکہ یہ وہ کام ہے جو نہ صرف قریش، نہ صرف عرب، بلکہ دنیا کی تقدیر بدل کر رکھ دے گا۔ یہی بات سورہ دُخان میں بھی فرمائی گئی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر القرآن، جلد چہارم، سورہ دُخان کا دیا چہ اور عاشریہ ۳)۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف رکھنے والی رات ہے، اور آگے اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ یہ ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس سے کفار مکہ کو گویا تنبیہ کیا گیا ہے کہ تم اپنی نادمانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کی ہوئی اس کتاب کو اپنے لیے ایک مصیبت سمجھ رہے ہو اور کوس رہے ہو کہ یہ کیا بلا ہم پر نازل ہوئی ہے، حالانکہ جس رات



گو اس کے نزول کا فیصلہ صادر کیا گیا وہ اتنی پیروز رکت کی رات تھی کہ بھی انسان کی تاریخ کے ہزار مہینوں میں بھی انسان کی بھلائی کے لیے وہ کام نہیں ہوا تھا جو اس رات میں کر دیا گیا۔ یہ بات بھی سورہہ ۵۵ آیت ۳ میں ایک دوسرے طریقے سے بیان کی گئی ہے اور اس سورہہ کے دریا چپے میں ہم اس کا وضاحت کر چکے ہیں۔

آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس رات کو فرشتے اور جبریل اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں جیسے سورہہ ۵۵ آیت ۴ میں ام کہیم کہا گیا ہے اور وہ شام سے صبح تک سراسر سلامتی کی رات ہوتی ہے، یعنی اس میں کسی شرکاء داخل نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے بالآخر بھلائی کے لیے ہوتے ہیں، ان میں کوئی بُرائی مضمحل نہیں ہوتی، ہستی کہ اگر کسی کو تباہ کرنے کا فیصلہ بھی ہوتا ہے تو تباہی کے لیے ہوتا ہے نہ کہ شرک کے لیے۔

آيَاتُهَا

سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ

رُكُوعُهَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے ؟

۱۔ اصل الفاظ میں اَنْزَلْنَاهُ، ہم نے اس کو نازل کیا ہے۔ لیکن بغیر اس کے کہ پہلے قرآن کا کوئی ذکر ہوا، انا قرآن ہی کی طرف ہے، اس لیے کہ نازل کرنا خود بخود اس پر دلالت کرتا ہے کہ مراد قرآن ہے۔ اور قرآن مجید میں اس امر کی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ اگر سیاق کلام یا انداز بیان سے ضمیر کا مرجع خود ظاہر ہو رہا ہو تو ضمیر ایسی حالت میں بھی استعمال کئی جاتی ہے جب کہ اس کے مرجع کا ذکر پہلے یا بعد میں نہیں کیا گیا ہو (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرآن، جلد پنجم، النجم، ماشیہ ۹)۔

یہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے، اور سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ : " رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا " (البقرہ - ۱۸۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ رات جس میں پہلی مرتبہ خدا کا فرشتہ غار حراء میں ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر آیا تھا وہ ماہ رمضان کی ایک رات تھی۔ اس رات کو یہاں شب قدر کہا گیا ہے اور سورہ دخان میں اسی کو مبارک رات فرمایا گیا ہے : " إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَةٍ "۔ ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے " (آیت ۳)۔

اس رات میں قرآن نازل کرنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس رات پورا قرآن حاصل وحی فرشتوں کے حوالہ کر دیا گیا، اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کے دوران میں جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی آیات اور سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے رہے۔ یہ مطلب ابن عباس نے بیان کیا ہے (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن خزیمہ، بیہقی)۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے نزول کی ابتدا اس رات سے ہوئی۔ یہ امام شافعی کا قول ہے، اگرچہ ان سے بھی دوسرا قول وہی منقول ہے جو ابن عباس کا اور ہرگز اسے (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن خزیمہ، بیہقی) میں بات ایک ہی رہتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے نزول کا سلسلہ اسی رات کو شروع ہوا اور یہی رات تھی جس میں سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات نازل کی گئیں۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی آیات اور سورتیں اللہ تعالیٰ اُسی وقت تصنیف نہیں فرماتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت اسلامی کو کسی واقعہ یا معاملہ میں ہدایت کی ضرورت پیش آتی تھی، بلکہ کائنات کی تخلیق سے بھی پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زمین پر نوع انسانی کی پیدائش، اس میں انبیاء کی بعثت، انبیاء پر نازل کی جانے والی کتابوں، اور تمام

انبیاء کے بعد آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے اور آپ پر قرآن نازل کرنے کا پورا منصوبہ موجود تھا۔ شب قدر میں صرف یہ کام ہوا کہ اس منصوبے کے آخری صفحے پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔ اُس وقت اگر پورا قرآن حاملین وحی کے حوالہ کر دیا گیا ہوتا تو کوئی قابل تعجب امر نہیں ہے۔

قدر کے معنی بعض مفسرین نے تقدیر کے لیے ہیں، یعنی وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ تقدیر کے فیصلے نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کے سپرد کرتا ہے۔ اس کی تائید سورہٴ دخان کی یہ آیت کرتی ہے: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ اُس رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے۔ آیت ۵۔ بخلاف اس کے امام زہری کہتے ہیں کہ قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں، یعنی وہ بڑی عظمت والی رات ہے۔ اس معنی کی تائید اسی سورہٴ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ: ﴿شِبِّ الْقَدْرِ اَرْبَعِينَ﴾ سے زیادہ بتتر ہے ۵

اب رہا یہ سوال کہ یہ کونسی رات تھی، تو اس میں اتنا اختلاف ہوا ہے کہ قریب قریب ہم مختلف اقوال اس کے بارے میں ملتے ہیں۔ لیکن علماء امت کی بڑی اکثریت یہ رائے رکھتی ہے کہ رمضان کی آخری دس تاریخوں میں سے کوئی ایک طاق رات شب قدر ہے، اور ان میں بھی زیادہ تر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے۔ اس معاملہ میں جو مختصر احادیث منقول ہوئی ہیں انہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا وہ ستائیسویں یا انیسویں رات ہے (ابوداؤد و طیالسی)۔ دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ سے یہ ہے کہ وہ رمضان کی آخری رات ہے (مسند احمد)۔

حضرت ابی بن کعب سے زبیر بن جحیش نے شب قدر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حلفاً کہا اور شہادہ کیا کہ وہ ستائیسویں رات ہے (احمد، مسلم، ابوداؤد و ترمذی، نسائی، ابن حبان)۔

حضرت ابو ذر سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر، حضرت صدیقہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بہت سے لوگوں کو اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے (ابن ابی شیبہ)۔

حضرت عبادہ بن ہارث کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات ہے، اکیسویں، یا تیسویں، یا پچیسویں، یا ستائیسویں، یا انیسویں، یا آخری (مسند احمد)۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسے رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو جب کہ مہینہ ختم ہونے میں ۹ دن باقی ہوں، یا سات دن باقی، یا پانچ دن باقی (بخاری)۔ اکثر اہل علم نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضور کی مراد طاق راتوں سے تھی۔

حضرت ابو بکرہ کی روایت ہے کہ ۹ دن باقی ہوں، یا سات دن، یا پانچ دن، یا تین دن، یا آخری رات۔ مراد یہ تھی کہ ان تاریخوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو (ترمذی، نسائی)۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ هَ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۖ تَنزِيلُ الْمَلِكَةِ وَالرُّوحِ
فِيهَا يَأْذِنُ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۗ سَلَّمَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

وقف النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
معانہ
۱۸

شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور رُوح اُس میں اپنے رب کے اذن سے
ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔ ع

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں
سے طاق رات میں تلاش کرو (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی)۔ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ بھی روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازیت رمضان کی آخری دس راتوں میں اعتکاف فرمایا ہے۔

اس معاملہ میں جو روایات حضرت معاویہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس وغیرہ بزرگوں سے مروی ہیں ان کی
بنا پر علمائے سلف کی بڑی تعداد ستائیسویں رمضان ہی کو شب قدر سمجھتی ہے۔ غالباً کسی رات کا تعین اللہ اور اس کے
رسول کی طرف سے اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ شب قدر کی فضیلت سے فیض اٹھانے کے شوق میں لوگ زیادہ سے زیادہ
راتیں عبادت میں گزاریں اور کسی ایک رات پر اکتفا نہ کریں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت کہ معظمہ میں رات ہوتی
ہے اُس وقت دنیا کے ایک بہت بڑے حصے میں دن ہوتا ہے، اس لیے اُن علاقوں کے لوگ تو کبھی شب قدر کو پا ہی نہیں
سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں اکثریات کا لفظ دن اور رات کے مجموعے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے رمضان
کی ان تاریخوں میں سے جو تاریخ بھی دنیا کے کسی حصہ میں جو اُس کے دن سے پہلے والی رات وہاں کے لیے شب قدر
ہو سکتی ہے۔

۱۵ مفسرین نے بالعموم اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اس رات کا عمل خیر ہزار مہینوں کے عمل خیر سے افضل ہے
جس میں شب قدر شمار نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات
کے عمل کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا من قام
لیلۃ القدر ایما ناد احتساباً باغفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ کے اجر کی خاطر عبادت
کے لیے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور ستا حد میں حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ حضور
نے فرمایا کہ ”شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے، جو شخص ان کے اجر کی طلب میں عبادت کے لیے کھڑا رہا اللہ
اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ لیکن آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ العمل فی لیلۃ القدر خیر من العمل فی الذ شہر
(شب قدر میں عمل کرنا ہزار مہینوں میں عمل کرنے سے بہتر ہے) بلکہ فرمایا گیا ہے کہ ”شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اور
ہزار مہینوں سے مراد بھی گئے ہوئے ۸۲ سال چار مہینے نہیں ہیں بلکہ اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ بڑی کثیر تعداد کا تصور دلانے
کے لیے وہ ہزار کا لفظ بولتے تھے۔ ۸۱۔ ۸۲۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس ایک رات میں خیر اور بھلائی کا اتنا بڑا کام ہوا کہ



کبھی انسانانی تازہ نوح کے کسی طریقہ میں زمانے میں بھی ایسا کام نہ ہوا تھا۔

۵۳ روح سے مراد حیرت بل علیہ السلام ہیں جن کے مفصل و شرف کی بنا پیران کا ذکر فرشتوں سے الگ کیا گیا ہے۔

۵۴ یعنی وہ بطور نوح و نہیں آتے بلکہ اپنے رب کے اذن سے آتے ہیں۔ اور ہر حکم سے مراد وہی ہے جسے سورۃ ذخان آیت ۵ میں حکیم رکھا نہ کام کہا گیا ہے۔

۵۵ یعنی شام سے صبح تک وہ پوری رات شیرینی خیر ہے، ہر شر اور فتنے سے پاک۔